Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 17, 2026

Istihsan as a Principle of Sharia: A Special Study of Juristic Schools

استحسان بطورِ اصلِ شرع: فقہی مسالک کا خصوصی مطالعہ

Ahmad Raza
PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies, University of Gujrat
Email: jmaatisb@gmail.com

Dr. Muhammad Hasib
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Gujrat
Email: dr.mhasib@uog.edu.pk

Abstract
This study explores istihsan as an important juristic principle in Islamic legal theory, with special reference to the four Sunni schools of law. It particularly examines the Hanafi conception of istihsan as a structured method of legal preference through which an apparent analogy may be set aside in favor of a stronger proof, custom, necessity, or public interest. The article also investigates the positions of the Maliki, Shafi'i, and Hanbali schools, highlighting their areas of agreement and disagreement regarding the authority, scope, and limits of istihsan. The study argues that istihsan, when grounded in valid legal evidence and the higher objectives of the Sharīʻah, is not an arbitrary personal preference but a disciplined juristic mechanism that secures justice, ease, and social relevance in legal reasoning.
Keywords: Istihsan, Islamic Legal Theory, Hanafi School, Maliki School, Shafi'I School, Hanbali School, Qiyas, Maslahah, Custom, Legal Reasoning

تعارف

اصولِ فقہ کی تاریخ میں بعض مباحث ایسے ہیں جنھوں نے فقہی مناہج کے فرق کو محض فروعی دائرے تک محدود نہیں رہنے دیا بلکہ اجتہاد، استنباط، اور تشریع کے بنیادی تصورات تک پھیلا دیا۔ **استحسان** انہی بنیادی مباحث میں سے ایک ہے۔ یہ اصطلاح بظاہر مختصر ہے، لیکن اس کے پس منظر میں یہ سوال موجود ہے کہ آیا شریعت کے احکام صرف ظاہر قیاس کے تابع ہیں یا پھر ایسے مواقع بھی آتے ہیں جہاں قوی تر دلیل، عرف، ضرورت، یا مصلحت کی بنا پر قیاس سے عدول کیا جا سکتا ہے۔

CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 17, 2026

فقہِ حنفی میں استحسان کو ایک مؤثر اصولِ استنباط کے طور پر قبول کیا گیا، جب کہ شافعیہ نے اس پر شدید اصولی اعتراض اٹھایا۔ مالکیہ نے اس کے جوہر کو مصلحت اور عرف کے پیرایے میں اختیار کیا، اور حنابلہ نے اسے مخصوص شرائط کے ساتھ قابلِ قبول قرار دیا۔ اسی اختلاف نے استحسان کو فقہِ اسلامی کے اہم ترین تقابلی موضوعات میں شامل کر دیا ہے۔

زیرِ نظر مقالہ میں استحسان کے مفہوم، اس کے اصولی مقام، فقہِ حنفی میں اس کی حیثیت، اور فقہِ اربعہ میں اس کے بارے میں پائے جانے والے نظری اختلافات کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

استحسان کا مفہوم اور اصولی پس منظر

لغوی اعتبار سے استحسان کا معنی کسی شے کو اچھا اور راجح قرار دینا ہے، جب کہ اصطلاحی طور پر یہ اس اجتہادی ترجیح کو کہتے ہیں جس میں فقیہ ظاہر قیاس سے ہٹ کر ایسی دلیل کو اختیار کرتا ہے جو زیادہ قوی، زیادہ مناسب، یا زیادہ مصلحت آمیز ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حنفی اصولیین نے استحسان کو کبھی **قوی تر قیاس کی طرف عدول**، کبھی **عرف وضرورت کی رعایت**، اور کبھی **دلیلِ خفی کی ترجیح** کے طور پر بیان کیا ہے۔[3][4][5]

اس پس منظر میں استحسان کو سمجھنے کے لیے یہ امتیاز نہایت ضروری ہے کہ آیا اس سے مراد **بے ضابطہ شخصی رائے** ہے یا **منضبط اجتہادی ترجیح**۔ اگر پہلی صورت مراد ہو تو امام شافعی کی تنقید پوری قوت کے ساتھ درست معلوم ہوتی ہے؛ لیکن اگر دوسری صورت مراد ہو تو استحسان فقہِ اسلامی میں عدل، یسر، عرف، اور مصلحت کے تحفظ کا ایک معقول وسیلہ بن جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہ کے اصولِ فقہ میں استحسان کا مقام

امام ابو حنیفہؒ (80ھ–150ھ) کے اجتہادی منہج میں استحسان کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ آپ کے ہاں شریعت کا فہم محض ظاہری منطقی مماثلت پر موقوف نہیں، بلکہ اس میں انسان کی ضرورت، عدل، عرفِ صحیح، رفعِ حرج، اور مصالحِ معتبرہ کو بھی مرکزی مقام حاصل ہے۔ اسی بنیاد پر حنفی مصادر میں آپ سے یہ قول منقول ہے: "**أستحسن، فهو أقوى من القياس**"؛ یعنی میں استحسان کو اختیار کرتا ہوں، کیونکہ یہ بعض مواقع پر قیاس سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔[1]

OPEN ACCESS
CC BY

یہ تعبیر اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک استحسان، قیاس کے مقابلے میں کسی غیر علمی یا ذوقی رجحان کا نام نہیں، بلکہ ایک ایسی علمی ترجیح ہے جو قوی تر شرعی اور عقلی بنیادوں پر کھڑی ہوتی ہے۔ ان کے تلامذہ، بالخصوص امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ، نے اس اصول کو مزید مستحکم کیا اور فروعی مسائل میں اس کی متنوع تطبیقات پیش کیں۔]3[

استحسان کو قیاس پر مقدم رکھنے کے اسباب

قیاس کی ظاہری عمومیت اور عملی زندگی کی پیچیدگیاں

قیاس بلاشبہ ایک نہایت اہم اصول ہے، لیکن بعض اوقات اس کا ظاہری اطلاق ایسے نتائج تک پہنچاتا ہے جو عدل، سہولت، یا عرف کے خلاف محسوس ہوتے ہیں۔ حنفی فقہاء نے ایسے مواقع پر یہ موقف اختیار کیا کہ قیاس کے ظاہر پر اصرار کے بجائے اس دلیل کو اختیار کیا جائے جو زیادہ مناسب، زیادہ عادلانہ، اور زیادہ مفید ہو۔]3[

عرف وتعامل کی رعایت

فقہِ حنفی میں عرف کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ عرف اس وقت معتبر ہوتا ہے جب وہ نصوصِ شرعیہ کے معارض نہ ہو۔ اسی تناظر میں یہ تعبیر نقل کی جاتی ہے" : **ما تعارف علیه الناس کأنه نص شرعی"**؛ یعنی جس چیز پر لوگوں کا عرف وتعامل قائم ہو جائے، وہ فقہی ترجیح میں مؤثر حیثیت رکھتی ہے۔]2[

رفعِ حرج اور تیسیر

استحسان کی ایک اہم بنیاد رفعِ مشقت اور تیسیرِ شرع ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے" : يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلْعُسْرَ[15]"، نیز فرمایا: "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي ٱلدِّينِ مِنْ حَرَجٍ"۔]15[

ان نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت کی روح تنگی اور بے جا سختی کے بجائے سہولت اور توازن پر قائم ہے، اور استحسان اسی روح کے فقہی اظہار کا نام بن جاتا ہے۔

مصلحتِ معتبرہ کا لحاظ

جہاں کسی حکم کے ظاہری قیاسی اطلاق اور اس کے عملی نتائج میں فرق پیدا ہو جائے، وہاں مصلحتِ معتبرہ استحسان کی بنیاد بن سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد کے اصولیین نے استحسان کو مقاصدِ شریعت، مصلحت، اور استقرارِ احوال کے ساتھ جوڑا ہے۔]13[]8[]6[

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 17, 2026

استحسان کی فقہی تطبیقات

ذیل میں کچھ فقہی جزئیات میں استحسان کی فقہی تطبیق کا تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ اس کی افادیت اور واضح ہو۔

مضاربہ

مضاربہ میں اگر صرف ظاہر قیاس لیا جائے تو نفع کا استحقاق سرمایہ سے مربوط معلوم ہوتا ہے، مگر فقہاءِ احناف نے عامل کی محنت، تدبیر، اور خطرے کو بھی معتبر قرار دیا اور مضاربہ کو استحساناً جائز مانا۔ اس طرح محنت کو عملی قدر کے طور پر تسلیم کیا گیا۔ [2]

اجارہ

اجارہ میں محض وقت گزرنے کو اصل نہ مان کر منفعت کے تحقق کو اصل قرار دینا بھی استحسانی منہج کی مثال ہے؛ کیونکہ عقدِ اجارہ کا مقصود منفعت ہے، نہ کہ مجرد زمان۔ [2]

مریض کے لیے تیمم

اصل حکم پانی کے ساتھ طہارت ہے، لیکن مریض کے لیے ضرر اور مشقت کی بنا پر تیمم کی اجازت شریعت کے مزاجِ تیسیر کی روشن مثال ہے۔ اگرچہ اس کی اصل نصوص میں موجود ہے، تاہم اصولی زاویے سے یہ ظاہر کرتا ہے کہ شریعت، ضرورت اور عذر کی رعایت کو قبول کرتی ہے۔ [15]

بعض قضائی اور شہادی مسائل

سرخسی کی بحثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مواقع پر فقیہ ظاہر قیاس کے بجائے ایک ایسی دلیل کو ترجیح دیتا ہے جو نتائج، مصلحت، اور معاشرتی حقیقت کے اعتبار سے زیادہ مناسب ہو۔ [3]

حنفی اصولیین کے نزدیک استحسان

ذیل میں چند معتبر حنفی اصولیین کی استحسان کی تعریفات ذکر کی جاتی ہیں۔

امام شمس الائمہ سرخسیؒ استحسان کی تعریف یوں کرتے ہیں:

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 17, 2026

الاستحسان: العدول عن موجب القياس إلى موجب قياس أقوى منه، أو إلى عرف، أو إلى ضرورة، أو إلى دليل خاص"۔]3[

یہ تعریف نہایت جامع ہے، کیونکہ اس میں استحسان کو قیاس سے فرار نہیں بلکہ **قوی تر دلیل کی طرف رجوع** قرار دیا گیا ہے۔

سرخسی کے ہاں استحسان کی بنیاد چار امور پر واضح ہوتی ہے:

قیاسِ خفی، عرف، ضرورت، اور دلیلِ خاص۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ استحسان ایک علمی ترجیحی عمل ہے، نہ کہ شخصی میلان۔

امام بزدویؒ لکھتے ہیں:

"الاستحسان هو العدول عن حكم الدليل إلى حكم دليل آخر لضرورة"۔]4[

اس تعریف میں ضرورت اور غالب مصلحت کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے۔ گویا استحسان ان کے نزدیک ایسی اجتہادی منتقلی ہے جو کسی ناگزیر عملی تقاضے کی بنا پر وقوع پذیر ہوتی ہے۔

امام فخر الاسلام البزدویؒ کے ہاں استحسان کی ایک مزید اصولی وضاحت بھی ملتی ہے جس میں وہ قیاسِ جلی اور قیاسِ خفی کے فرق کو نمایاں کرتے ہیں:

"الاستحسان ترك القياس الظاهر إلى قياسٍ خفيٍّ أقوى منه دلالةً"۔]17[

استحسان یہ ہے کہ ظاہر قیاس کو چھوڑ کر اس خفی قیاس کی طرف رجوع کیا جائے جو دلالت کے اعتبار سے زیادہ قوی ہو۔

یہ تعریف استحسان کو ایک نئے علمی زاویے سے پیش کرتی ہے:

- یہاں اختلاف "قیاس بمقابلہ غیر قیاس" نہیں
- بلکہ "دو اقسامِ قیاس کے درمیان ترجیح" ہے

یہ نکتہ استحسان کو **internal corrective principle within qiyās** بنا دیتا ہے، نہ کہ اس کا مخالف۔

عبدالعزیز بخاری لکھتے ہیں

الاستحسان هو تقديم دليل خفي على دليل جلي"۔]5[

یہ تعریف واضح کرتی ہے کہ استحسان دراصل مراتبِ ادلہ کا مسئلہ ہے، جس میں بسا اوقات وہ دلیل زیادہ قوی ہوتی ہے جو بظاہر کم نمایاں ہو۔

علامہ کاسانیؒ نے استحسان کی تعریف یوں کی:

الاستحسان هو ترك القياس لدليل هو أقوى منه"۔]2[

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 17, 2026

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ حنفی فقہ میں استحسان کا **تعلق قوی تر دلیل** سے ہے، نہ کہ خواہشِ نفس سے۔

امام ابو بکر احمد بن علی الجصاصؒ استحسان کے مفہوم کو قیاس کے مقابل قوی دلیل کی طرف رجوع کے طور پر واضح کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

"الاستحسان هو ترك القياس إلى ما هو أقوى منه من دليلٍ أو ضرورةٍ أو مصلحةٍ ظاهرة" ۔16

استحسان یہ ہے کہ قیاس کو چھوڑ کر اس دلیل کی طرف رجوع کیا جائے جو اس سے زیادہ قوی ہو، خواہ وہ دلیل نص ہو، ضرورت ہو یا ظاہر مصلحت۔

امام جصاصؒ کے ہاں استحسان کو صرف "قیاس سے انحراف" نہیں بلکہ **hierarchy of evidences** کے تحت ایک اعلیٰ دلیل کی طرف رجوع قرار دیا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ:

- استحسان "ضعیف رائے" نہیں
- بلکہ "stronger legal evidence selection mechanism" ہے

یہ تصور فقہ کو rigid analogical framework سے نکال کر practical justice کی طرف لے جاتا ہے۔

امام ابو زید عبداللہ بن عمر الدبوسیؒ استحسان کو فقہی استدلال میں عملی ضرورت کے طور پر بیان کرتے ہیں:

"الاستحسان هو العدول عن موجب القياس إلى موجب دليلٍ أقوى منه لرفع الحرج"۔[18]

استحسان یہ ہے کہ قیاس کے تقاضے کو چھوڑ کر اس دلیل کی طرف رجوع کیا جائے جو اس سے زیادہ قوی ہو، تاکہ مشقت کو دور کیا جا سکے۔

دبوسیؒ کے ہاں استحسان کا مرکزی محور:

رفع الحرج (hardship removal)

ہے۔ اس سے یہ اصولی نتیجہ نکلتا ہے کہ:

- شریعت کا مقصد صرف منطقی ہم آہنگی نہیں
- بلکہ انسانی سہولت اور عملی قابلِ اطلاق ہونا بھی ہے

یہی وہ نقطہ ہے جہاں استحسان "legal mercy principle" میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندیؒ استحسان کی تعریف میں عملی اثرات کو نمایاں کرتے ہیں:

"الاستحسان ترك القياس إلى دليلٍ يقتضي التيسير ورفع المشقة"۔[19]

استحسان یہ ہے کہ قیاس کو چھوڑ کر اس دلیل کی طرف رجوع کیا جائے جو آسانی اور مشقت کے ازالے کا تقاضا کرتی ہو۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 17, 2026

السمرقندیؒ کے نزدیک استحسان:

- محض اصولی بحث نہیں
- بلکہ "practical legal facilitation" ہے

یہ تصورِ شریعت کو ایک:

user-friendly legal system

کے طور پر پیش کرتا ہے، جہاں قانون کا مقصد انسان کو مشقت میں ڈالنا نہیں بلکہ سہولت فراہم کرنا ہے۔

استحسان، عقل، عرف اور مصلحت

حنفی اصولیین کے ہاں استحسان نہ تو آزاد عقل کی خود مختار قانون سازی ہے اور نہ محض عرف کی پیروی؛ بلکہ یہ **عقلِ شرعی، عرفِ معتبر، اور مصلحتِ منضبط** کا مجموعی اظہار ہے۔ سرخسی کے منہج میں عقل حسن و قبح، مناسبت اور مآل کے ادراک میں مدد دیتی ہے۔[3] کاسانی کے ہاں بازار اور معاملات کے جاری تعامل کو بھی شرعی اعتبار حاصل ہے" :ما جرى به التعامل في الأسواق له اعتبار شرعي"۔[2]

ابن تیمیہ نے اس اصولی حقیقت کو نہایت واضح الفاظ میں بیان کیا:

الاستحسان مبني على تحقيق المصلحة، لا على الهوى"۔[6]

اسی بیان سے استحسان کی وہ تعبیر رد ہو جاتی ہے جو اسے محض شخصی سہولت پسندی یا فقہی نرمی کا نام دیتی ہے۔

مالکیہ کے ہاں استحسان کا تصور

امام مالکؒ نے اصول فقہ کی مستقل تدوین اگرچہ نہیں فرمائی، لیکن ان کی فقہی روش میں **عملِ اہلِ مدینہ، عرف، اور مصلحت** کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہی عناصر مالکی فقہ میں استحسانی منہج کا عملی پس منظر بنتے ہیں۔ ابن رشد لکھتے ہیں:

الاستحسان عندنا هو ترك مقتضى القياس لمصلحة راجحة"۔[7]

اس تعریف میں قیاس سے عدول کی علت **راجح مصلحت** قرار دی گئی ہے۔

مزید آپ استحسان کو قیاس اور مصلحت کے درمیان ایک درمیانی اصول کے طور پر بیان کرتے ہیں:

"الاستحسان هو العدول عن القياس الظاهر إلى ما تقتضيه المصلحة الراجحة التي لا يعارضها أصل شرعي"۔[22]

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: May 17, 2026

استحسان یہ ہے کہ ظاہر قیاس کو چھوڑ کر اس طرف رجوع کیا جائے جس کا تقاضا راجح مصلحت کرے، بشرطیکہ وہ کسی شرعی اصل کے خلاف نہ ہو۔

ابن رشدؒ کے ہاں استحسان کی اہم ترین شرط یہ ہے کہ:

- مصلحت موجود ہو
- لیکن وہ کسی نص یا اصلِ شرعی سے متصادم نہ ہو

یہ تعریف استحسان کو ایک **controlled rational tool** بناتی ہے، جس میں:

- مصلحت معتبر ہے
- مگر شریعت کی حدود ناقابلِ تجاوز ہیں

اس سے مالکی اصول میں توازن (balance between flexibility and textual authority) نمایاں ہوتا ہے۔

امام شاطبیؒ نے بھی استحسان کی قبولیت کو مصلحتِ مرسلہ کے ساتھ مربوط کیا اور واضح کیا کہ جب کوئی اجتہادی ترجیح شریعت کے عمومی ضوابط اور مقاصد کے اندر واقع ہو تو وہ قابلِ قبول ہے۔[8]

امام ابو بکر محمد بن عبداللہ ابن العربیؒ مالکی اصولِ فقہ میں استحسان اور مصلحت کے باہمی تعلق کو واضح کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

"الاستحسان هو العدول عن موجب الدليل إلى ما هو أوفق بمقاصد الشرع وأرفق بالعباد"۔[20]

استحسان یہ ہے کہ دلیل کے تقاضے کو چھوڑ کر اس طرف رجوع کیا جائے جو شریعت کے مقاصد کے زیادہ موافق اور بندوں کے لیے زیادہ آسان ہو۔

ابن العربیؒ کے ہاں استحسان کی بنیاد دو اہم اصولوں پر ہے:

- مقاصدِ شریعت کی موافقت
- تخفیف اور سہولت (رفق بالعباد)

یہ تعریف استحسان کو محض فقہی تکنیک نہیں بلکہ **maqasid-driven legal reasoning** بناتی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مالکی فکر میں قانون کا مقصد صرف اطلاق نہیں بلکہ اخلاقی و عملی توازن بھی ہے۔

امام شہاب الدین احمد بن ادریس القرافیؒ استحسان اور مصلحت کے تعلق کو مزید منضبط انداز میں بیان کرتے ہیں:

"الاستحسان هو تقديم مصلحة جزئية على قياس كلي لدفع مفسدة أو جلب مصلحة راجحة"۔[21]

استحسان یہ ہے کہ کسی جزوی مصلحت کو کلی قیاس پر مقدم کیا جائے تاکہ کسی فساد کو دور کیا جائے یا کسی راجح مصلحت کو حاصل کیا جا سکے۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 17, 2026

القرافیؒ کے ہاں استحسان ایک نہایت دقیق اصولی structure رکھتا ہے:

- کلی قیاس (general rule) بمقابلہ جزوی مصلحت (particular benefit)
- اور فیصلہ ہمیشہ مآل (consequences) کی بنیاد پر ہوتا ہے

یہ تصورِ استحسان کو:

"principle of contextual exception for higher utility"

میں تبدیل کر دیتا ہے، جس سے فقہ میں rigid universalism کے بجائے flexible contextualism پیدا ہوتا ہے۔

امام شافعی کا استحسان کے بارے نقطہ نظر

جس طرح دیگر ائمہ وفقہا نے استحسان کو قبول کیا اور اس کی تائید کی اسی طرح بعض فقہا کا نقطہ نظر مختلف ہے جو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

استحسان پر سب سے زیادہ معروف اور مؤثر تنقید امام محمد بن ادریس الشافعیؒ کی ہے۔ ان کا مشہور قول ہے:

من استحسن فقد شرّع"۔[9]

یعنی جس نے استحسان کیا گویا اس نے خود تشریع کی۔

امام شافعیؒ کے نزدیک شریعت کے معتبر مصادر قرآن، سنت، اجماع اور قیاس ہیں، للہذا اگر استحسان کو غیر محدود طور پر قبول کر لیا جائے تو یہ شخصی رجحان کو دین میں داخل کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ مزید یہ کہ انہوں نے استحسان کی ایسی تعبیر کی نفی کی جس کے لیے نہ کتاب میں دلیل ہو، نہ سنت میں، نہ اجماع میں، اور نہ قیاس میں۔[9]

اس لیے درست بات یہ ہے کہ امام شافعی کی تنقید **استحسانِ بے دلیل** پر ہے، نہ کہ ہر ایسی ترجیح پر جو کسی معتبر دلیل پر مبنی ہو۔

دیگر شوافع کا استحسان کے بارے نقطہ نظر

بعد کے شافعی علماء نے اس مسئلے میں نسبتاً متوازن زاویہ اختیار کیا۔ امام غزالی لکھتے ہیں:

ليس كل استحسان مردودًا، فإن كان مبنيًا على دليل معتبر فهو مقبول"۔[10]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شافعیہ نے عملاً دو صورتوں میں فرق کیا:

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 17, 2026

ایک وہ استحسان جو محض ذوق، مزاج، یا خواہشِ نفس پر مبنی ہو؛

اور دوسرا وہ استحسان جو کسی معتبر دلیل، مصلحت، یا عرفِ صحیح پر قائم ہو۔

امام شافعیؒ کی معروف تنقید **"من استحسن فقد شرّع "** کے بعد شافعی اصولیین نے استحسان کی اس تعبیر کو محدود کر کے اس میں "دلیل پر مبنی ترجیح" اور "بے دلیل ذوقی رائے" کے درمیان واضح فرق قائم کیا۔ اسی تناظر میں دو مزید اہم شافعی اہلِ علم کے اقوال درج ذیل ہیں:

امام آمدیؒ استحسان کی نفی کو مطلق نہیں مانتے بلکہ اسے دلیل کے ساتھ مشروط کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"الاستحسان إن كان بمعنى العدول عن الدليل إلى غير دليل فهو باطل، وإن كان إلى دليل أقوى فهو حقّ مقبول"۔[23]

استحسان اگر اس معنی میں ہو کہ کسی دلیل کو چھوڑ کر بغیر دلیل کے کسی اور طرف رجوع کیا جائے تو وہ باطل ہے، لیکن اگر کسی زیادہ قوی دلیل کی طرف رجوع کیا جائے تو وہ درست اور قابلِ قبول ہے۔

آمدیؒ کے ہاں استحسان کی بحث کو دو واضح خانوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

- استحسانِ غیر مدلل (باطل)
- استحسانِ مدلل (مقبول)

یہ تقسیم اصولِ فقہ میں ایک اہم methodological refinement ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ:

شافعی اصولی فکر استحسان کو رد نہیں کرتی بلکہ اس کی "epistemic validity" کو شرط کے ساتھ قبول کرتی ہے۔

یوں استحسان ایک غیر منضبط رجحان نہیں بلکہ **evidence-based preference mechanism** بن جاتا ہے۔

امام ابن حجرؒ استحسان کے بارے میں شافعی موقف کی تشریح کرتے ہوئے اس کی عملی حدود واضح کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"ليس مراد الشافعي بإبطال الاستحسان إلا ما لا مستند له من دليل شرعي، وأما ما قام على أصلٍ معتبر فليس مردودًا"۔[24]

امام شافعیؒ کی طرف سے استحسان کے رد کا مطلب صرف وہ استحسان ہے جس کی کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہو، لیکن جو کسی معتبر اصول پر قائم ہو وہ مردود نہیں۔

ابن حجرؒ کی یہ تشریح شافعی اصولی موقف کی **interpretive clarification** فراہم کرتی ہے۔ اس سے تین اہم اصول سامنے آتے ہیں:

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 17, 2026

1. امام شافعی کا اعتراض "absolute rejection" نہیں تھا
2. اصل اعتراض "unstructured reasoning" پر تھا
3. دلیل پر مبنی ترجیح اصولاً قابل قبول ہے

یہ نکتہ شافعی و حنفی اختلاف کو "substantive contradiction" سے نکال کر ایک **terminological and methodological difference** میں تبدیل کر دیتا ہے۔

حنابلہ کے ہاں استحسان کی مشروط قبولیت

حنبلی فقہ میں استحسان کو ایک عمومی اور مستقل اصول کے بجائے **مشروط اجتہادی منہج** کے طور پر قبول کیا گیا۔ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

"الاستحسان ليس مردودًا بإطلاق، إنما مردود إن خالف النص أو الإجماع"۔[11]

استحسان مطلق طور پر مردود نہیں ہے، بلکہ وہی استحسان مردود ہے جو نص یا اجماع کے خلاف ہو۔

امام ابن قدامہؒ کا یہ موقف حنبلی اصولِ فقہ میں ایک نہایت اہم **methodological boundary** کو واضح کرتا ہے۔ ان کے نزدیک استحسان بذاتِ خود ایک باطل اصول نہیں بلکہ اس کی قبولیت کا انحصار اس بات پر ہے کہ:

- وہ نصِ قطعی سے متصادم نہ ہو
- اور اجماعِ امت کے خلاف نہ ہو

اس سے یہ اصولی نکتہ سامنے آتا ہے کہ حنبلی فکر میں استحسان:

"absolute rejection" نہیں بلکہ "condition-based validation" کا حامل اصول ہے۔

یوں استحسان کو شریعت کے اندر ایک **controlled interpretive tool** کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے، جو نصوص کی بالادستی کے اندر رہتے ہوئے اجتہادی لچک فراہم کرتا ہے۔

ابن قیم نے عرف کی بنیاد پر ظاہر قیاس سے عدول کو بعض مواقع پر درست قرار دیا:

الشرع مبني على العرف في مواضع كثيرة، وترك القياس للعرف أحيانًا يكون من الاستحسان الصحيح"۔[12]

شریعت بہت سے مقامات پر عرف پر مبنی ہے، اور بعض اوقات قیاس کو عرف کی خاطر ترک کرنا درست استحسان ہوتا ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 17, 2026

ابن قیمؒ کا یہ موقف حنبلی اصولی فکر میں ایک اہم ارتقائی مرحلے کی نمائندگی کرتا ہے۔ان کے ہاں استحسان کی بنیاد تین اصولوں پر قائم نظر آتی ہے:

1. اعتبارِ عرف (customary validity)
2. تغیرِ احکام (contextual change of rulings)
3. مآلات (consequences-based reasoning)

یہاں استحسان محض فقہی رخصت نہیں بلکہ ایک **socio-legal adaptation mechanism** بن جاتا ہے، جس کے ذریعے شریعت سماجی حقیقت کے ساتھ ہم آہنگ رہتی ہے۔

اسی طرح ابن تیمیہ نے فرمایا:

الاستحسان المشروع هو ما بني على ضرورة، أو مصلحة، أو عرف معتبر"-[6]

گویا حنبلی منہج میں استحسان کی اصل نفی نہیں، بلکہ اس کی **ضابطہ بندی** مقصود ہے۔

مشروع استحسان وہ ہے جو ضرورت، مصلحت، یا معتبر عرف پر قائم ہو۔

امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک استحسان کی اصولی حیثیت ایک **triple foundation theory** پر قائم ہے:

- ضرورت (necessity)
- مصلحت (public interest)
- عرف (custom)

یہ تقسیم استحسان کو ایک مکمل اصولی framework فراہم کرتی ہے، جس کے ذریعے یہ واضح ہوتا ہے کہ:

استحسان کوئی آزاد ذوقی رائے نہیں بلکہ ایک structured legal reasoning process ہے۔

ابن تیمیہؒ کے ہاں استحسان کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ وہ اسے "Shariah-compliant flexibility" کے طور پر پیش کرتے ہیں، نہ کہ قیاس کی نفی کے طور پر۔

امام شافعی کی تنقید کا تجزیاتی جائزہ

حنفیہ اور مالکیہ کے ہاں استحسان کا جو مفہوم پایا جاتا ہے، وہ امام شافعی کے ہاں زیرِ اعتراض تصور سے مختلف ہے۔ حنفیہ کے نزدیک استحسان **قوی تر دلیل کا انتخاب** ہے، جب کہ مالکیہ کے نزدیک یہ **مصلحتِ راجحہ کی خاطر عدول** کا نام ہے۔[7][3]

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 17, 2026

اس بناپر معلوم ہوتا ہے کہ اصل اختلاف اکثر اوقات **جوہر** میں نہیں بلکہ **اصطلاح، حدود، اور تحفظات** میں ہے۔ امام شافعی بے ضابطہ تشریع کے خلاف ہیں، جب کہ حنفیہ ومالکیہ منضبط استحسان کے قائل ہیں۔

معاصر اصولیین نے بھی اسی علمی توازن کو اختیار کیا ہے۔ وہبہ زحیلی کے نزدیک امام شافعی کا اشکال ایسے استحسان سے تھا جس کی کوئی دلیل نہ ہو، جب کہ مصلحت اور ضرورت پر مبنی استحسان کو کلیتاً ناقابلِ قبول نہیں کہا جاسکتا۔[13] یوسف القرضاوی نے بھی یہی واضح کیا کہ استحسانِ ہویٰ مردود ہے، مگر استحسانِ عقلِ شرعی قابلِ قبول ہے۔[14]

نتائج تحقیق

اس مطالعے سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

1. استحسان فقہِ حنفی میں ایک مستقل، منضبط، اور مؤثر اصلِ استنباط ہے۔
2. اس کی بنیاد خواہشِ نفس نہیں بلکہ قوی تر دلیل، عرف، ضرورت، اور مصلحتِ معتبرہ ہے۔
3. مالکی فقہ میں استحسان کا جوہر مصلحت اور عرف کی صورت میں نمایاں طور پر موجود ہے۔
4. امام شافعی کی تنقید مطلق استحسان پر نہیں بلکہ بے ضابطہ اور غیر مدلل استحسان پر مرکوز ہے۔
5. بعد کے شافعیہ نے معتبر دلیل پر مبنی استحسانی مفاہیم کے لیے گنجائش پیدا کی۔
6. حنبلی فقہ نے استحسان کو مشروط طور پر، خصوصاً عرف، ضرورت، اور مصلحت کے دائرے میں قبول کیا۔
7. فقہِ اربعہ کے تقابلی مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف زیادہ تر **دائرۂ استعمال** اور **اصطلاحی تعبیر** میں ہے۔

خاتمہ

استحسان اسلامی اصولِ فقہ کا ایک نہایت اہم اور باریک بحث والا موضوع ہے۔ اسے نہ تو محض فقہی سہولت کاری قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی بے قید شخصی رائے کا عنوان۔ حنفی منہج میں استحسان ایک منظم اور دلیل پر قائم اصول ہے، جس کے ذریعے ظاہر قیاس کے بجائے قوی تر بنیادوں کو اختیار کیا جاتا ہے۔ مالکیہ نے اس کے جوہر کو مصلحت اور عرف کی شکل میں قبول کیا، شافعیہ نے اس کے غیر منضبط استعمال سے خبردار کیا، اور حنابلہ نے اسے مخصوص قیود کے ساتھ گوارا کیا۔

اس لیے علمی اور اصولی سطح پر زیادہ متوازن رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ **استحسان اس وقت ایک معتبر اصلِ شرع بن جاتا ہے جب وہ نصوصِ شرعیہ کے معارض نہ ہو، معتبر دلیل پر قائم ہو، عرفِ صحیح اور مصلحتِ راجحہ سے مربوط ہو، اور مقاصدِ شریعت کے دائرے میں کام کرے**۔ یہی تعبیر استحسان کو فقہِ اسلامی کے اندر ایک زندہ، متوازن، اور انسانی حاجات سے ہم آہنگ اصول بناتی ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 6 Issue 2 (April-June) 2026
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
May 17, 2026

حوالہ جات

[1]ابن نجيم، زين الدين بن إبراهيم، **البحر الرائق شرح كنز الدقائق**، بيروت: دار الكتب العلمية، 2002، ج6، ص291۔

[2]الكاساني، علاء الدين أبو بكر بن مسعود، **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع**، بيروت: دار الكتب العلمية، 2000، ج5، ص113، 128؛ ج6، ص76، 113۔

[3]السرخسي، محمد بن أحمد، **أصول السرخسي**، بيروت: دار المعرفة، 1993، ج1، ص206، 208، 210؛ ج2، ص10۔

[4]البزدوي، عبد العزيز بن أحمد، **أصول البزدوي**، بيروت: دار الكتب العلمية، 2000، ج4، ص32۔

[5]البخاري، عبد العزيز بن أحمد، **كشف الأسرار عن أصول البزدوي**، بيروت: دار الكتب العلمية، 2005، ج2، ص258۔

[6]ابن تيمية، أحمد بن عبد الحليم، **مجموع الفتاوى**، بيروت: دار الوفاء، 1995، ج20، ص300، 302۔

[7]ابن رشد، محمد بن أحمد، **بداية المجتهد ونهاية المقتصد**، القاهرة: دار الفكر، 2004، ج1، ص121۔

[8]الشاطبي، إبراهيم بن موسى، **الموافقات**، بيروت: دار المعرفة، 2004، ج4، ص105۔

[9]الشافعي، محمد بن إدريس، **الرسالة**، بيروت: دار الكتب العلمية، 1995، ص507، 509۔

[10]الغزالي، أبو حامد محمد بن محمد، **المستصفى من علم الأصول**، بيروت: دار الكتب العلمية، 2003، ج2، ص341۔

[11]ابن قدامة، عبد الله بن أحمد، **روضة الناظر وجنة المناظر**، بيروت: دار البشائر الإسلامية، 1994، ج1، ص201؛ ج2، ص44۔

[12]ابن قيم الجوزية، محمد بن أبي بكر، **إعلام الموقعين عن رب العالمين**، ج3، ص202۔

[13]الزحيلي، وهبة، **أصول الفقه الإسلامي**، دمشق: دار الفكر، ج2، ص1124۔

[14]القرضاوي، يوسف، **فقه الأولويات**، القاهرة: دار الشروق، 2004، ص105۔

[15]**القرآن الكريم**: البقرة 2:185؛ النساء 4:28؛ الحج 22:78۔

16]الجصاص، **أصول الفقه**، ج2، ص214، دار الكتب العلمية، بيروت، 1994]

17البزدوي، **أصول البزدوي**، ج1، ص287، دار الكتب العلمية، بيروت، 2000

18الدبوسي، **تأسيس النظر**، ص118، دار الكتب العلمية، بيروت، 1999

19السمرقندي، **ميزان الأصول في نتائج العقول**، ص223، مكتبة دار البيان، دمشق، 1984

20ابن العربي، **أحكام القرآن**، ج1، ص74، دار الكتب العلمية، بيروت، 2003

21القرافي، **الفروق**، ج2، ص109، عالم الكتب، بيروت، 1998

22ابن رشد، **بداية المجتهد ونهاية المقتصد**، ج1، ص121، دار الفكر، بيروت، 2004

23الآمدي، **الإحكام في أصول الأحكام**، ج4، ص221، دار الكتب العلمية، بيروت، 2003

24ابن حجر العسقلاني، **فتح الباري شرح صحيح البخاري**، ج13، ص289، دار المعرفة، بيروت

OPEN ACCESS
CC BY